

2 حقیقی شعبہ

2.1 حقیقی جی ڈی پی نمو

مالی سال 11ء پاکستانی معیشت کے لیے گذشتہ برس کی طرح مشکل سال ثابت ہوا۔ ملک میں معاشی نمو کی شرح 4.5 فیصد ہدف کے مقابلے میں 2.4 فیصد رہی جو مالی سال 10ء میں ہونے والی 3.9 فیصد نمو کے مقابلے میں کمزور ہے۔

اگست 2010ء میں تباہ کن سیلاب سے ملک کو ہونے والے بھاری نقصانات کی وجہ سے مالی سال کے آئندہ مہینوں کے دوران معاشی نمو میں کمی متوقع تھی۔ سیلاب نے خریف کی اہم فصلوں کے علاوہ اس سے منسلک صنعتوں، تجارتی خدمات اور برآمدی شعبے پر منفی اثرات مرتب کیے جبکہ ذرائع نقل و حمل، بجلی کے انفراسٹرکچر اور کئی صنعتی کارخانوں کو بھی نقصان پہنچا تھا۔

معاشی نمو اس لیے بھی متاثر ہوئی کہ حکومت کو ترقیاتی رقوم سیلاب سے متاثرہ علاقوں کی بحالی اور نوآباد کاری کے لیے استعمال میں لانا پڑیں۔ اخراجات کے کئی اہم زمروں میں کٹوتی کی ضرورت تھی اس لیے بہت سے سرکاری ترقیاتی منصوبوں پر عملدرآمد روک دیا گیا۔ اگرچہ مذکورہ حکمت عملی سے حکومت کو سیلاب کے غیر متوقع دھچکے سے نمٹنے میں مدد ملی لیکن اس نے ملک میں سرمایہ کاری اور پیداوار پر منفی اثرات مرتب کیے تھے۔

توانائی کی قلت معاشی نمو کو محدود کرنے والا ایک اور اہم عامل ہے۔ خصوصاً گیس کی ناکافی رسد متعدد صنعتوں کی پیداوار میں کمی کا باعث بن رہی ہے جبکہ گیس کی فراہمی میں کمی اور فرس آئل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں نے بجلی سازوں کو پیداواری گنجائش سے کم بجلی بنانے پر مجبور کر دیا جس سے ملک میں توانائی کی قلت شدید ہو گئی۔

بڑھتے ہوئے معاشی عدم توازن (مالیاتی خسارہ اور گرانی کا تسلسل) پر قابو پانے کے لیے پالیسی اقدامات نے بھی حقیقی شعبے کی کارکردگی پر اثرات مرتب کیے ہیں۔

صرف بیرونی شعبے کی نمو میں اضافہ ہو سکا جو ایک مثبت پیش رفت ہے۔ ترقی یافتہ معیشتوں میں معاشی بحالی سے پاکستان کی برآمدات (ٹیکسٹائل اور چمڑا) کو بڑھانے میں مدد ملی اور ترسیلات زر کی آمد میں ریکارڈ اضافہ دیکھا گیا۔ سمعی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ ترسیلات زر کی بلند سطح سے نجی صرف میں بہتری آئی اور ریل اسٹیٹ سرمایہ کاری و رہائشی تعمیرات کو بھی تحریک ملا۔

مالی سال 11ء کے دوران سرمایہ کاری میں مسلسل تیسرے سال کی تشویشناک ہے۔ سب سے زیادہ تشویش توانائی کے شعبے میں سرمایہ کاری کی پست سطح کے بارے میں پائی جاتی ہے، خصوصاً پیٹرولیم کی دریافت اور کوئلے کی کان کنی، ایل پی جی کے لیے انفراسٹرکچر، قدرتی گیس کی درآمد اور ڈیموں کی تعمیر کے لیے سرمایہ کاری میں کمی کا تسلسل جاری ہے۔ توانائی کے معاون انفراسٹرکچر کے بغیر قلیل تاوسط مدت کے دوران معاشی نمو کو

بڑھانے میں مشکلات حائل رہیں گی۔

جدول 2.1: اہم فصلوں کی کارکردگی					
فصلیں	م 09ء	م 10ء	م 11ء	م 11ء	م 11ء میں سال بھر کا نمونہ
زیر کاشت رقبہ (ہزار ہیکٹر)					
کپاس	2,850	3,106	3,200	2,693	-13.3
گنا	1,029	943	1,070	998	5.8
چاول	2,963	2,883	2,708	2,335	-19.0
گندم	9,046	9,105	9,045	8895	-2.3
پیداوار (ہزار ٹن، کپاس ہزار گنا، 170.09 کلو ٹن گنا کے حساب سے)					
کپاس	12,060	12,914	14,010	11,700	-9.4
گنا	50,045	49,373	53,665	53,738	8.8
چاول	6,954	6,883	6,048	4,713	-31.5
گندم	24,032	23,917	25,000	24,213.5	1.2
یافت (کلوگرام ہیکٹر)					
کپاس	720	707	745	739	4.5
گنا	48,635	52,357	51,000	53,856	2.9
چاول	2,347	2,387	2,228	2,018	-15.5
گندم	2,657	2,627	2,764	2,722	3.6
ر: مجموعی، ہ: ہدف، ت: تخمینہ					
ماخذ: وزارت خوراک و زراعت کے 9 مئی 2011ء کو جاری کردہ تخمینے					

2.2 زرعی شعبہ

مالی سال 11ء کے اوائل میں تباہ کن سیلابوں کے باوجود زرعی شعبے میں مضبوط بحالی دیکھی گئی جس میں گلہ بانی کے شعبے نے اہم کردار ادا کیا¹ اور اس کے بعد چھوٹی فصلوں اور بعض اہم فصلوں (گنا اور گندم) کا نمبر آتا ہے۔

گلہ بانی کے ذیلی شعبے میں بلند نمو سے زرعی شعبے کی کارکردگی کو بہتر بنانے میں مدد ملی۔ سیلاب کے بعد چھوٹی فصلوں میں بحالی متوقع تھی کیونکہ کاشت کاروں نے نفع بخش بڑی فصلوں کے بجائے چھوٹی فصلیں (سبز یاں، دالیں وغیرہ) کاشت کرنے پر زیادہ توجہ دی تھی۔

سیلاب اور سازگار موسم سندھ اور پنجاب دونوں میں

گنے کی پیداوار بڑھانے میں معاون ثابت ہوا۔ اس لیے یہ امر حیران کن نہیں کہ گنے کی پیداوار کے متعلق نومبر 2010ء میں جاری ہونے والے 49.4 ملین ٹن کے ابتدائی تخمینے پر نظر ثانی کرتے ہوئے اسے بڑھا کر 53.7 ملین ٹن کر دیا گیا تھا۔

مالی سال 11ء کے دوران گندم کی پیداوار 24.2 ملین ٹن کی ریکارڈ سطح پر رہی جو سال کے مقررہ ہدف 25 ملین ٹن سے کچھ کم ہے۔ گندم کی پیداوار میں اضافے کی وجوہات یہ ہیں: (الف) پانی کی دستیابی میں بہتری (ب) سازگار موسمی حالات (ج) زیر کاشت رقبے میں اضافے کے ساتھ ساتھ پنجاب اور سندھ کے بارانی علاقوں میں بہتر یافت اور (د) سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں بیجوں کی مفت فراہمی۔

تاہم، گنے اور گندم کی فصلوں کی بہتر کارکردگی کے باوجود منڈی میں گندم کی کم قیمت اور خام مال (ڈیزل اور کھاد) کی بڑھتی ہوئی لاگت کے باعث دیہی آمدنی میں زیادہ اضافے کا امکان نہیں²۔

¹ گلہ بانی کا ذیلی شعبہ گلہ بانی اور اس کی مصنوعات (دودھ، گوشت، چمڑا اور کھالیں، انڈے، اون اور بال) پر مشتمل ہے۔ گلہ بانی اور اس کی مصنوعات کی پیداوار کے تخمینے اس کی سرکاری کی بعد کی شرح ہائے نمونہ پر مبنی ہیں۔ گلہ بانی کی سرکاری آخری بار 2006ء میں کی گئی تھی۔

² خصوصاً گندم کی منڈی میں موجودہ قیمت 840۴800 روپے فی 40 کلو کی حد میں ہے جبکہ نومبر 2010ء تا اپریل 2011ء کے دوران یورپ کے نرخوں میں لگ بھگ 400 روپے فی 50 کلو کا اضافہ ہوا۔ ڈیزل کی قیمت جون 2011ء میں بڑھ کر 94.1 روپے فی لیٹر تک پہنچ گئی جو گذشتہ برس جون میں 75.7 روپے فی لیٹر تھی۔

چاول و کپاس³ کی فصلوں کی پیداوار میں متوقع بحالی اور پانی کی دستیابی میں بہتری کے باعث مالی سال 12ء کے دوران زرعی شعبے کی نمو میں مزید بہتری کا امکان ہے۔ تاہم یوریا کی بڑھتی ہوئی قیمتیں اور بروقت دستیابی اہم خدشات ہیں۔

2.3 بڑے پیمانے کی اشیاء سازی

جدول 2.2: منتخب صنعتوں میں نمو				
م 11ء	م 10ء	اوتان	م 11ء	م 10ء
تیسری سہ ماہی	پہلی سہ ماہی	تیسری سہ ماہی	پہلی سہ ماہی	تیسری سہ ماہی
2.4	1.2	9.7	1.7	75.1
4.3	2.9	3.6	1.8	27.9
0.8	-0.6	-6.9	-4.0	14.2
24.6	-4.3	0.2	0.4	8.5
-17.9	-9.2	6.8	8.5	5.3
3.6	7.7	87.4	11.6	4.26
6.5	5.1	43.1	-8.1	1.4
-20.1	-3.5	1.9	-5.1	11.3

جولائی تا مارچ مالی سال 2011ء میں بڑے پیمانے کی اشیاء سازی کے شعبے میں مجموعی طور پر 1.6 فیصد نمو ہوئی جو مالی سال 10ء کی اسی مدت کے دوران ہونے والی 4.4 فیصد نمو کے مقابلے میں کافی کم ہے۔ تاہم، سہ ماہی اعداد و شمار سے بحالی کی کچھ علامات نمایاں ہیں کیونکہ مالی سال 11ء کی تیسری سہ ماہی کے دوران اس شعبے کی نمو میں بہتری دیکھی گئی اور یہ 2.4 فیصد تک پہنچ گئی جبکہ پہلی سہ ماہی کے دوران اس میں 1.2 فیصد کا اضافہ ہوا تھا (دیکھئے جدول 2.2)۔

بتدریج بحالی میں متعدد عوامل نے اہم کردار ادا کیا۔ اوّل، اگست 2010ء میں سیلاب سے ہونے والے نقصانات کے باوجود بہتر فصلوں کے باعث تیسری سہ ماہی کے دوران زرعی خام مال پر انحصار کرنے والی صنعتوں میں تیزی آئی۔ دوم، اجناس کی عالمی قیمتوں میں سازگار تبدیلیوں سے ملکی پیدا کاروں کا مارجن بہتر ہو گیا۔ سوم، برآمدات کی طلب بلند سطح پر رہی۔

مالی سال 11ء کی تیسری سہ ماہی کے دوران بڑے پیمانے کی اشیاء سازی کی نمو میں زراعت پر مبنی صنعتوں (چینی، جنگل اور لپائی) کا حصہ 3.2 فیصدی درجہ تھا۔ گنے کی بہتر یافت سے چینی کی پیداوار اور گندم کی اچھی فصل اس کی لپائی کی نمو کو بہتر بنانے میں معاون ثابت ہوئی۔ حکومت کی جانب سے گندم برآمد کرنے کے فیصلے سے بھی لپائی کی صنعت کو فائدہ پہنچا۔ دوسری جانب، مجموعی نمو میں کپاس کی جنگل کا حصہ منفی رہا لیکن اس میں کمی کا اثر دھاگے اور کپڑے کی صنعتوں کو منتقل نہیں ہوا کیونکہ خام کپاس کی درآمدات ملکی ضروریات پوری کرنے کے لیے کافی تھیں۔

تیسری سہ ماہی کے دوران بلند عالمی قیمتوں کے باعث بہت سی صنعتوں خصوصاً پیٹرولیم مصنوعات، سوئی دھاگہ، کپڑا، سیمنٹ اور کھاد کے منافع کا مارجن بہتر ہوا ہے۔ اگرچہ کارپوریٹ منافع میں مجموعی طور پر اضافہ دیکھا گیا تھا لیکن پیداوار کی نمو میں اس کی عکاسی نہیں ہوتی۔ مثلاً گیس کی قلت سوئی کپڑے اور کھاد کی پیداوار میں کمی کا باعث بنی۔ اس کے مقابلے میں سیمنٹ کی پیداوار میں کمی کی گئی جس کا سبب بظاہر تعمیراتی شعبے کی جانب سے پست طلب اور برآمدات کے محدود مواقع تھے۔

³ مالی سال 10ء کے دوران کپاس کے بلند نرخوں نے کاشت کاروں کو اس کا زیر کاشت رقبہ بڑھانے کی ترغیب دی تھی جبکہ زیادہ پیداوار (اور بیماری کی مزاحمت کرنے والی) کی حامل بیٹی کپاس اگانے پر توجہ دینے سے فصلوں کی یافت پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔

توانائی کی قلت مستقبل میں اشیاء سازی کے شعبے خصوصاً ٹیکسٹائل، شیشہ سازی اور کھاد کی صنعتوں کی نمو کو متاثر کرتی رہے گی۔ توانائی کے متبادل ذرائع پر زور دینے کے ساتھ ساتھ ضرورت اس امر کی ہے کہ قدرتی گیس کے مختلف صارفین کے نرخوں کو حقیقت پسندانہ بنایا جائے اور مزید گیس نکالنے اور دریافت میں سہولت دینے کے لیے گیس کی قیمتوں کے تعین کے عمل کو مزید بہتر بنایا جائے۔

ضمیمہ 1: ٹیکسٹائلز 4

مالی سال 11ء کی تیسری سہ ماہی کے دوران کپاس کی پیداوار اور برآمدات کی طلب میں اضافے کے طفیل ٹیکسٹائل شعبے میں کسی قدر بحالی آئی۔ سوئی دھاگے کی پیداوار میں نمایاں اضافہ دیکھا گیا کیونکہ اسپنرز نے بڑھتے ہوئے مارجن کا فائدہ اٹھایا۔ تاہم پاورلوم کے شعبے میں توانائی کی شدید قلت کے باعث کپڑے کی پیداوار میں اتنا اضافہ نہ ہو سکا۔ ویونگ اور پروسیدنگ میں بڑے پیمانے پر ضیاع، پیداواری نقصانات اور تاخیر دیکھی گئی جو نہ صرف پیداوار میں کمی کا باعث بنی بلکہ اس نے قدر اضافی کے جز میں رسدی کڑی کو بھی متاثر کیا۔ تاہم چونکہ کپڑے کے ذخائر کا انتظام بہتر تھا، اس لیے قدر اضافی کا حامل شعبہ بلند طلب کے جواب میں برآمدی مقدار کو بڑھانے میں کامیاب رہا۔

اس شعبے کے تفصیلی تجزیے سے پتہ چلتا ہے کہ مستقبل میں قلیل مدتی کارکردگی کا انحصار تین رجحانات پر ہوگا۔

I۔ ساکھ کا نقصان: توانائی کے بحران کا سنگین ترین اثر

ملکی تاریخ میں توانائی کے بدترین بحران نے ٹیکسٹائل کارخانوں کی بڑی تعداد کو اپنی پیداوار بند کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ صنعت سے وابستہ اہلکاروں کے مطابق اس کے نتیجے میں عالمی منڈی میں ساکھ خراب ہونے کے ساتھ ساتھ بیرونی گاری بڑھی ہے اور پیداوار میں کمی آئی ہے۔

پاورلوم کے شعبے کی پیداوار میں کمی کے علاوہ گیس کی دستیابی میں کمی کا نتیجہ پروسیدنگ کے مرحلے میں پیداواری نقصانات کی صورت میں نکلا ہے۔ مزید برآں، توانائی کی قلت نے مقرر پروسیدنگ اور ضیاع کی شکل میں پاورلوم شعبے کو بالواسطہ طور پر متاثر کیا۔ ویونگ کے شعبے کو بھی بجلی کی کئی بار لوڈ شیڈنگ کے باعث افرادی قوت کی پیداوار بیت کے نقصانات برداشت کرنا پڑے۔ نتیجتاً صنعت کے لیے مالی واجبات کی واپسی مشکل ہو گئی ہے۔

واجبات پر مالی چار جز کے بڑھنے سے گریز اور واجبات پر نادمہنگی سے بچنے کے لیے متعدد پاورلومز کو بند کر دیا گیا۔ پاورلوم ایسوسی ایشن کے مطابق مالی سال 11ء کے دوران مقامی طور پر تیار کردہ تقریباً 20 فیصد پاورلومز کو بند کر دیا گیا۔ مزید برآں درآمد شدہ شینری کو اب بنگلہ دیش، سری لنکا اور بھارت برآمد کیا جا رہا ہے۔

یہ امر زیادہ تشویش کا باعث ہے کہ توانائی کی غیر اعلانیہ بندش کے باعث برآمد کنندگان اپنے آرڈرز منسوخ کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ چونکہ عالمی خریدار مختلف قسم کی برآمدی پیشکشوں کو جانچتے وقت آرڈرز کی بروقت فراہمی کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اس لیے توانائی کی رسد میں قفل کے باعث برآمد کنندگان کو مارکیٹ میں اپنا حصہ برقرار رکھنے میں مشکلات پیش آرہی ہیں۔ کچھ برآمد کنندگان تو اب عملی رکاوٹوں کی توقع کے باعث آرڈر لینے میں بھی ہچکچا رہے ہیں۔

II۔ پاکستانی برآمدات کو یورپ میں سخت شرائط کا سامنا ہو سکتا ہے

جب تک ڈبلیو ٹی او یورپ کو پاکستان کے لیے تجارتی رعایات کی اجازت نہیں دیتا اس وقت تک یورپ میں پاکستانی ٹیکسٹائل برآمدات کے امکانات زیادہ روشن نہیں۔

4 ٹیکسٹائل شعبے کی ماہر اسامہ خالد کا تحریر کردہ۔

ترکی نے اپنے مقامی پارچہ بافوں کو تحفظ دینے کے لیے ٹیکسٹائل کے بعض زمروں کے درآمدی ٹیرف میں اضافہ کر دیا تھا۔ ترکی یونین میں گارمنٹس برآمد کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے اور پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت سمیت متعدد ایشیائی ملکوں سے بھاری مقدار میں کپڑا درآمد کرتا ہے۔⁵ ان ملکوں کو جولائی 2011ء سے ڈیوٹیز لاگو ہونے کے بعد طلب میں کمی کا سامنا کرنا پڑے گا۔⁶

اگر ڈبلیو ٹی او پاکستان کے لیے جی ایس پی پلس ایٹینس کی منظوری دے تو دیگر یورپی ملکوں خصوصاً یورپی یونین میں شامل ملکوں کے لیے برآمدات کی شرائط بہتر ہو سکتی ہیں۔ یورپی یونین پہلے ہی پاکستان میں آنے والے تباہ کن سیلاب کے اثرات سے معیشت کی بحالی میں مدد کے لیے اس کی منظوری دے چکا ہے۔ پاکستان کو جنوری 2011ء سے یورپی یونین کی منڈیوں تک رعایتی رسائی حاصل ہونا تھی لیکن ڈبلیو ٹی او میں علاقائی کاروباری حریفوں کی جانب سے سخت اعتراضات کے باعث اس پر عملدرآمد ملوثی کر دیا گیا تھا۔

III - لان کا انقلاب: کتنا مفید ثابت ہو سکتا ہے

ٹیکسٹائل ڈیزائننگ اور برانڈنگ کے شعبوں میں انقلابی تبدیلی رونما ہو رہی ہے۔ بڑی ٹیکسٹائل فرمیں فیشن ڈیزائنرز کے اشتراک سے کپڑے کی پروسیسنگ کے شعبے میں داخل ہو رہی ہیں۔ ٹیکسٹائل فرمیں کپڑے فراہم کر رہی ہیں جبکہ ڈیزائنرز برانڈ کو مارکیٹ میں شناخت دے رہے ہیں۔

اگرچہ، اس کا آغاز چار سال قبل ہوا تھا لیکن اس میں جو گرجوٹی اس سال دیکھنے میں آئی ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس کی ایک اہم وجہ مارکیٹنگ کی جارحانہ حکمت عملی ہے جس کے تحت انہوں نے فیشن کی صنعت سے وابستہ ممتاز فنکاروں کی خدمات برانڈ سفیر کے طور پر حاصل کی ہیں۔ اس لیے اچھی ساکھ کی حامل ٹیکسٹائل فرمیں جن کی برانڈ کی شناخت مضبوط ہے وہ بھی اس مقابلے میں شامل ہو گئی ہیں۔ کچھ فرموں نے صرف مارکیٹنگ کی ہم کو بہتر بنانے پر انحصار کیا جبکہ دیگر نے متوازی مصنوعات متعارف کرانے کا فیصلہ کیا: ایک فرم کے نام سے اور دوسری ڈیزائنرز کے لیبل سے۔

بعض ناقدین کا خیال ہے کہ عام ملبوسات کی بڑے پیمانے پر برانڈنگ اور مارکیٹنگ سے ملک میں بے قابو اسراف پسندی کو فروغ ملا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ملک پہلے ہی پریش اخراجات کے مسئلہ سے دوچار ہے۔ میڈیا میں وسیع پیمانے پر ہم چلانے سے ایسی عادات کو مزید تقویت حاصل ہو گی۔ انہیں یقین ہے کہ ٹیکسٹائل فرموں اور ڈیزائنرز کے درمیان اشتراک چھوٹے پیمانے پر ہے اور یہ صرف بڑے شہروں تک محدود ہے اور یہ اس شعبے کی طویل مدتی نمو کو متاثر نہیں کرے گا۔

ہمارے خیال میں ایسے ناقدین نے ایک اہم نکتے کو نظر انداز کر دیا ہے۔

گذشتہ کئی برسوں سے تجزیہ کار کہتے رہے ہیں کہ ٹیکسٹائل کے شعبے کی مصنوعات اور منڈیوں میں تنوع نہیں پایا جاتا۔ ٹیکسٹائل کے اشیاء ساز مصنوعات میں جدت لانے یا کاروبار کو متنوع بنانے کے لیے مارکیٹنگ پر سرمایہ کاری نہیں کر رہے تھے لیکن اب وہ ان دونوں شعبوں کو اہمیت دے رہے ہیں۔

⁵ پاکستان نے مالی سال 10ء میں ترکی کو تقریباً 343 ملین ڈالر مالیت کی ٹیکسٹائل مصنوعات برآمد کی تھیں جن میں سوئی کپڑے کا حصہ 70 فیصد بنتا ہے۔

⁶ تخفیفاتی اقدامات پر عملدرآمد سے سوئی کپڑوں پر درآمدی ڈیوٹی 6.4 فیصد سے بڑھ کر 24.5 فیصد ہو جائے گی۔

ہمارے خیال میں ٹیکسٹائل کے اشیاء سازوں اور فیشن کی صنعت کے درمیان اشتراک ہمارے ملبوسات کی برآمدات میں بنیادی تبدیلی کی سمت پہلا قدم ہے۔ خصوصاً ہمیں توقع ہے کہ یہ اشتراک صرف لان کی پیداوار اور مارکیٹنگ تک ہی محدود نہیں رہے گا بلکہ اس کا دائرہ کار منٹس اورنٹ ویئر جیسے زمروں تک بھی وسیع ہو جائے گا۔ سب اس حقیقت سے واقف ہیں کہ پاکستان کے ملبوساتی اشیاء سازوں کی اکثریت کے عالمی منڈیوں میں مسابقت نہ کر پانے کی اہم وجوہات میں سے ایک ان کے ڈیزائن ہیں جو بدلتے ہوئے عالمی رجحانات سے ہم آہنگ نہیں۔ مزید برآں، پاکستان نے عالمی منڈی میں اپنی زیادہ توجہ مردوں کے کپڑوں پر مرکوز کی ہے جبکہ عورتوں کے لباس کا فیشن تیزی سے تبدیل ہوتا ہے اور یہ مارکیٹ کی مسلسل تحقیق کا متقاضی ہے۔ پیشہ ورانہ صلاحیت کے حامل اور ہم عصر ڈیزائنرز کی موجودگی کے باعث ملبوسات کے مقامی اشیاء سازوں کے لیے اچھا موقع ہے کہ وہ مارکیٹ کے منافع بخش حصوں میں سرایت کریں۔

دوم، ملکی ٹیکسٹائل فرمز برانڈنگ کی قدر اور اس میں سرمایہ کاری کی اہمیت سے واقف ہیں۔ جدت طرازی کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے وہ مقامی صارفین کی پسند جانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ کسی مخصوص برانڈ کے لیے کتنی رقم ادا کر سکتے ہیں اور وہ اس کے مطابق اپنی کاروباری حکمت عملیوں کو وضع کر رہے ہیں۔

سوم، ٹیکسٹائل فرمز کی مارکیٹنگ میں دلچسپی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ میڈیا کے اہم اداروں میں روایتی اشتہارات کی جگہ کے علاوہ وہ اپنی مصنوعات کو پرکشش بنانے کے لیے ویب اور تشہیری جرائد کو بھی استعمال کر رہے ہیں۔

آخر، برانڈنگ اور مارکیٹنگ کے نتیجے میں پروسس کیے گئے کپڑے کی برآمدات کے امکانات بڑھ گئے ہیں۔ ثقافتی مماثلت کے باعث پاکستان کے پروسس کیے گئے کپڑے کی بھارت اور بنگلہ دیش میں وسیع منڈی موجود ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ پاکستانی کپڑے کو پسند کیا جاتا ہے، خصوصاً بھارت میں جہاں کے مقامی خردہ فروش بھاری مقدار میں پاکستانی کپڑے کے آرڈر دیتے ہیں۔ چند پاکستانی ٹیکسٹائل فرموں نے بھارت میں اپنی دکانیں بھی کھولی ہیں۔ بعض فرموں نے انہی وجوہات کی بنا پر اپنی مصنوعات کی آن لائن فروخت شروع کر دی ہے۔ متحدہ عرب امارات اور بعض مغربی ممالک میں پاکستانی کپڑے کی فروخت کے لیے وسیع مواقع موجود ہیں کیونکہ ان ملکوں میں پاکستانی، بنگلہ دیشی اور بھارتی تارکین وطن کی بڑی تعداد مقیم ہے۔

ضمیمہ 2: گاڑیاں⁷

جولائی تا مارچ 2011ء کے دوران گاڑیوں کی پیداوار گزشتہ برس کی اسی مدت کے مقابلے میں زیادہ رہی۔⁸ اجناس کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کی وجہ سے دیہی علاقوں میں بہتر آمدنی کے باعث ان کی طلب میں اضافہ ہوا ہے۔ زیادہ تر فروخت نقد بنیاد پر کی گئی اور اس میں بینکوں کی مالکاری کا حصہ معمولی رہا۔

کاروں اور موٹر سائیکلوں دونوں کی طلب بڑھنے سے اس شعبے میں تیزی آئی ہے۔ حال ہی میں مقبول عام گاڑی سیڈان کا نیا ماڈل متعارف کرایا

⁷ آٹو شعبے کے ماہر بلال خان کا تحریر کردہ۔

⁸ گزشتہ برس کی اسی مدت میں فروخت کی 31.6 فیصد ترقی تاہم یہ مالی سال 2009ء کے دوران بحران کی پست اساس سے بحالی کو ظاہر کرتی ہے۔

گیا ہے اور حکومت کی جانب سے سی این جی کنٹس درآمد کرنے کی اجازت دینے کے فیصلے سے کاریں بنانے والے دو بڑے اداروں کے کام میں تیزی آئی ہے۔⁹

طلب کی سازگار صورت حال کے باوجود مالی سال 11ء کی چوتھی سہ ماہی میں اس شعبے کو پوزوں کی عالمی رسد میں تعطل کے باعث مشکلات کا سامنا ہے۔¹⁰ سمعی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ کاروں کے ایک بڑے اشیاء ساز (ٹو پونا) نے اپنی مصنوعات کے لیے نئی بکنگ کو عارضی طور پر معطل کر دیا ہے۔ لیکن بکنگ شروع ہونے کے باوجود پاکستان میں کام کرنے والے جاپان کے اور پینل ایکوینٹ مینوفیکچررز (اوا ای ایبز) مالی سال کے باقی مہینوں میں پیداواری گنجائش سے کم کاریں تیار کرنے پر مجبور ہوں گے کیونکہ وہ اہم پوزوں کی درآمدات پر انحصار کرتے ہیں۔

حکومت کی جانب سے استعمال شدہ گاڑیاں درآمد کرنے کے قوانین میں نرمی کا حالیہ فیصلہ بھی اس شعبے کے لیے تشویش کا باعث ہے۔¹¹ ان اقدامات پر منڈی کے شرکاء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مقامی اشیاء سازوں کا دعویٰ ہے کہ ایسی پالیسی غیر یقینی صورتحال پیدا کرتی ہے اور ان کے آپریشنز کو کمزور کرنے کا باعث بنتی ہے کیونکہ وہ پہلے ہی اپنی پیداواری گنجائش سے کم سطح پر کام کر رہے ہیں۔ جبکہ درآمد کنندگان کا کہنا ہے کہ مذکورہ اقدامات مقامی منڈی میں وسیع تر مسابقت کو یقینی بنانے کے لیے ناکافی ثابت ہوئے ہیں۔¹²

گاڑیوں کی صنعت آٹو انڈسٹری ڈویلپمنٹ پلان (اے آئی ڈی پی) کے متعلق پالیسی کو حتمی شکل دینے کے مرحلے میں ہے جس کی مدت 2012ء میں ختم ہو رہی ہے۔¹³ اس پر بحث میں مقامی وغیرہ مقامی آٹو پارٹس کی درآمدات کے بارے میں ٹیرف کے ڈھانچے پر نظر ثانی شامل ہے کیونکہ حکومت مقامی آٹو منڈی میں نئی کمپنیوں کی حوصلہ افزائی کے لیے انہیں ترغیبات دینے میں دلچسپی رکھتی ہے۔

9 حفاظتی خدشات کے باعث حکومت سی این جی کنٹس کی شپ منٹس کو کلیئر کرنے کی اجازت نہیں دے رہی تھی جس کی وجہ سے آرڈر جمع ہو گئے تھے۔ اس لیے حکومت کی جانب سے منظوری ملنے کے بعد مارچ 2011ء سے کاروں کی فروخت میں تیزی آ گئی۔

10 اگرچہ جاپان میں کاریں بنانے والے ادارے براہ راست متاثر نہیں ہوئے تھے لیکن سونامی سے آنے والی تباہی نے کاروں کے پوزے بنانے والوں کو بری طرح متاثر کیا۔ اس کے نتیجے میں عالمی سطح پر فیکٹریوں کو پوزوں کی فراہمی میں تعطل کے باعث پیداوار میں کمی کوئی کرنا پڑی۔

11 ابتدائی طور پر کاروں میں نرمی دی گئی اور بعد ازاں بسوں اور ٹرکوں کے لیے بھی اجازت دے دی گئی۔

12 درآمد کنندگان کا کہنا ہے کہ حکومت نے اب تک استعمال شدہ کاروں کو کمرشل طور پر درآمد کرنے کی اجازت نہیں دی، پالیسی میں کی گئی ترامیم تخائف، سامان اور رہائش منتقل کرنے کی ایکسپوزے تک محدود ہیں۔

13 کاروں کی صنعت کے ترقیاتی پروگرام (اے آئی ڈی پی) کا منصوبہ حکومت کی جانب سے صنعت کے فریقوں کی مشاورت سے تشکیل دیا گیا تھا جس کا مقصد 2006ء میں ڈیلیشن پروگرامز کے خاتمے کے بعد تیرف پر مبنی نظاموں (ٹی بی ایس) کی سست پیش رفت تھی۔

ضمیمہ 3: سیمنٹ 14

I- فروخت کے پست حجم کے باوجود سیمنٹ کے مالی امور میں بہتری آئی

مالی سال 11ء کی تیسری سہ ماہی میں ملک کی مجموعی پیداواری گنجائش میں 83 فیصد حصہ رکھنے والی 14 (19 میں سے) کمپنیوں نے 674 ملین روپے کا بعد از ٹیکس منافع ظاہر کیا ہے جبکہ مالی سال 10ء کی تیسری سہ ماہی میں انہیں 1.4 ارب روپے کا بعد از ٹیکس نقصان ہوا تھا۔¹⁵ منافع کی بلند سطح بڑی حد تک قیمتوں کے اثر کو ظاہر کرتی ہے کیونکہ مالی سال 11ء کی تیسری سہ ماہی میں سال بسال بنیادوں پر فروخت کی مقدار 5.9 فیصد کم رہی۔¹⁶

مالی سال 11ء کی دوسری سہ ماہی کے بعد سیمنٹ کی قیمتوں میں اس وقت 35 تا 40 روپے فی ٹھیلے کا اضافہ کیا گیا جب کوئلے کی قیمتیں بڑھنا شروع ہوئی تھیں۔¹⁷ سیمنٹ کے پیشتر ایشیا سازوں کو غیر متوقع طور پر فائدہ پہنچا تھا کیونکہ کمپنیوں پر عالمی قیمتوں کی منتقلی کا مختلف اثر ہوتا ہے۔ کیونکہ اوّل، فرموں کی جانب سے مقامی کوئلے کے استعمال کا تناسب مختلف ہوتا ہے جس کی وجہ سے لاگت میں فرق آ جاتا ہے۔ جو فرمیں بھاری مقدار میں مقامی کوئلے کو استعمال کر رہی ہیں ان پر اس کی عالمی قیمتوں، شرح مبادلہ میں اتار چڑھاؤ اور درآمدی مالکاری کے اضافی بوجھ کے زیادہ اثرات مرتب نہیں ہوتے۔ مزید برآں، ذخائر کی موجودگی تک لاگت ایک خاص حد میں رہتی ہے جس کی وجہ سے مکمل طور پر درآمد شدہ کوئلہ استعمال کرنے والی کمپنیوں کی لاگت بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔ آخراً، پلانٹ کی استعداد اور فرسودگی کی لاگت میں بھی وسیع فرق پایا جاتا ہے۔

II- مالی سال 11ء میں مقامی منڈی زیادہ نفع بخش رہی

منافع کی بلند سطح کا ایک سبب برآمدات میں کمی ہے کیونکہ اس میں تقسیم کی لاگت شامل ہوتی ہے اور اس سے مقامی منڈی کے مقابلے میں کم قیمت حاصل ہوتی ہے۔ ملکی منڈی میں پیشتر فرمیں ڈیلرز کو ایکس فیکٹری قیمت پر فروخت کرتی ہیں اگرچہ ملک کے شمالی علاقوں میں واقع کچھ کارخانوں کو جنوبی علاقوں کی منڈیوں تک رسائی اور کراچی سے برآمد کرنے کے لیے اندرون ملک بار برداری کے اخراجات برداشت کرنا پڑتے ہیں۔ تاہم ڈیزل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں اور اس کے نتیجے میں سیمنٹ کی مال برداری کی لاگت بڑھنے کے باعث اب ایسے نقل و حمل کی حوصلہ شکنی ہو رہی ہے۔

III- برآمدات: بھارت کی جانب سے قیمتوں پر عائد رکاوٹوں کے خاتمے سے برآمدات میں اضافے کا امکان ہے

رواں سال سیمنٹ کی برآمدات خاصی کمزور رہی جس کی اہم وجوہات یہ ہیں: (1) بھارت کو برآمدات میں قیمتوں کے علاوہ رکاوٹیں (2) افغانستان کی جانب سے عائد ڈیوٹی کی بلند سطح اور (3) مشرق وسطیٰ اور بھارت میں پیداواری گنجائش میں توسیع۔

اپریل 2011ء میں برآمدی لائسنسوں کی تجدید کے بعد بھارت کو برآمدات میں اضافہ ہو سکتا ہے۔¹⁸ اس کے جواب میں پاکستان نے ریلوے کا

14 سیمنٹ کے شعبے کی ماہر کمٹنت رؤف کا تحریر کردہ۔

15 انتخاب اعداد و شمار کی دستیابی پر مبنی ہے۔

16 مجموعی طور پر مالی سال 11ء کی تیسری سہ ماہی میں اس صنعت کی فروخت میں 7.1 فیصد سال بسال کی آئی جبکہ جولائی تا مئی 2011ء میں 8.7 فیصد سال بسال کی دیکھی گئی۔

17 وسط مارچ میں آئٹیل ایکسائز ڈیوٹی کو 1 فیصد سے بڑھا کر 2.5 فیصد کرنے سے بھی قیمت پر دباؤ ڈالیں مالی سال 12ء کے بجٹ میں آئٹیل ایکسائز ڈیوٹی کے مکمل خاتمے اور ایف ای ڈی میں کمی کی تجویز دی گئی ہے۔

18 قریبی سرحدوں کے علاوہ بھاری مقدار پر مال برداری کے اخراجات میں تیزی سے اضافے سے سیمنٹ کی مسابقت میں فوری طور پر کمی آ جاتی ہے۔ پاکستانی سیمنٹ کی پچاس فیصد سے زائد برآمدات افغانستان کو جبکہ تقریباً 7 فیصد بھارت جاتی ہیں۔

راستہ کھول دیا ہے جس سے شمال میں واقع سیمنٹ کے پیدا کاروں کو سہولت ملے گی۔¹⁹ تاہم مال برداری کی ویکوں کی محدود تعداد کے باعث ریلوے کے ذریعے بھاری مقدار کی تجارت میں مشکلات برقرار ہیں جبکہ یہ شرط بھی ایک اہم رکاوٹ ہے کہ مال برداری کے لیے استعمال ہونے والی ریلوے کی ویکیں بھارت سے خالی واپس نہیں آئیں گی۔²⁰ دلچسپ امر یہ ہے کہ نجی طور پر چلائے جانے والے ٹرک ایسی شرائط عائد نہیں کرتے لیکن فی الوقت ٹرک کے ذریعے واہگہ کے سرحدی راستے سے سیمنٹ کی تجارت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

واہگہ بارڈر پر اسکینرز کی تخصیص مالی سال 12ء میں برآمد کنندگان کے لیے سب سے مثبت پیش رفت ہوگی جس کے بعد ٹرکوں پر مبنی تجارت کی اجازت مل جائے گی۔ یہ صورتحال دونوں ملکوں کے لیے فائدہ مند ہوگی۔ تیزی سے پھیلتی ہوئی بھارتی معیشت میں سیمنٹ کی طلب موجود ہے لیکن اس کے چونے اور چیم کے ذخائر تیزی سے ختم ہو رہے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اسے پاکستان سے یا تو خام مال یا پھر سیمنٹ منگوانا پڑے گا۔ کم قیمت کا پاکستانی سیمنٹ بظاہر ایک بہتر تبادلہ معلوم ہوتا ہے۔ دوم، ٹرک استعمال کرنے سے سیمنٹ کو ہاتھ لگانے کی ضرورت کم پڑے گی جس سے معیار گر جاتا ہے۔ پاکستان کے برآمد کنندگان کو اگرچہ ٹرکوں کی بھاری لاگت برداشت کرنا پڑے گی لیکن انہیں اپنی برآمدات کو بڑھانے کے زیادہ مواقع ملیں گے اور وہ بہتر معیار کے عوض زیادہ معاوضہ بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

IV۔ پلانٹس پہلے کے مقابلے میں زیادہ مؤثر بہ لاگت ہوتے جا رہے ہیں

پرانے کا رخانے بند ہو رہے ہیں۔ گزشتہ دو برسوں کے دوران غیر مستعد ویٹ پروسیس کے حامل تقریباً تین ملین میٹرک ٹن کی پیداواری گنجائش رکھنے والے سیمنٹ کے کارخانوں نے کام کرنا بند کر دیا تھا۔ نئے پلانٹس نے پیداوار شروع کر دی ہے۔ مئی 2011ء میں 2.6 ملین میٹرک ٹن پیداواری گنجائش رکھنے والے ایک کارخانے نے کام شروع کر دیا ہے جبکہ ایک ملین ٹن کا ایک اور پلانٹ آئندہ دو برسوں میں کام شروع کر دے گا۔ نئے پلانٹ توانائی کا زیادہ مؤثر استعمال کرتے ہیں اور ان میں پیداواری لاگت کم آتی ہے۔ موجودہ کارخانوں نے بھی توانائی کا زیادہ مؤثر استعمال کرنے والی ٹیکنالوجی پر سرمایہ کاری کی ہے جیسے ضائع شدہ گرمی کی بازیابی کا عمل جس سے بجلی کے استعمال میں 30 فیصد تک کمی ہو جاتی ہے جبکہ ریفریو ڈیوڈرائیڈ فیول (آر ڈی ایف) کے استعمال سے کولے پر انحصار میں کمی آ جاتی ہے۔ توقع ہے کہ ان اقدامات سے طویل مدت میں سیمنٹ کی پیداواری لاگت کم ہو جائے گی۔

¹⁹ اناج کی نقل و حمل میں اضافے کے باعث اپریل میں گندم کی کٹائی کے بعد ملک کے اندر مال برداری کی لاگت دگنی ہو جاتی ہے۔ شمال سے جنوب منتقلی کا موجودہ کرایہ 20 ڈالرنی میٹرک

ٹن ہے۔

²⁰ مؤخر الذکر میں درآمدی مسابقت کے شعبوں کے متعلق خدشات پیدا ہوتے ہیں جیسے گاڑیوں کے پرزے، ہزریاں اور دالوں کی کاشت۔

ضمیمہ 4: کھاد 21

مالی سال 11ء کی ابتدائی تین سہ ماہیوں میں کھاد کی پیداوار 5.1 ملین ٹن رہی اور اس میں گذشتہ برس کی اسی مدت کے مقابلے میں معمولی اضافہ دیکھا گیا۔ تاہم مارچ کے اعداد و شمار اور اپریل کے تخمینے تشویش کا باعث ہیں۔ موسم سرما ختم ہونے کے بعد بھی کھاد کے شعبے کو گیس کی فراہمی میں کمی جاری رہی جس نے پیداوار پر منفی اثرات مرتب کیے۔²² کھاد کی بلند طلب کے باعث طلب و رسد میں فرق آسکتا ہے۔

خصوصاً یوریا کے معاملے میں صورتحال زیادہ تشویشناک ہے۔ اگرچہ ملک کے پاس کھاد کی ملکی طلب کو پورا کرنے کی خاصی گنجائش موجود ہے لیکن گیس کی ناکافی رسد کے باعث ملک مستقل قریب میں یوریا درآمد کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔²³

I۔ یوریا: گیس کی قلت سے پیداوار میں مشکلات پیدا ہوں گی

یوریا کی پیداوار میں 2011ء کے ابتدائی تین مہینوں کے دوران 1.3 ملین ٹن کی اضافی پیداواری گنجائش کے باوجود گذشتہ برس کی اسی مدت کے مقابلے میں 8 فیصد کمی دیکھنے میں آئی ہے جس کا اہم سبب قدرتی گیس کی فراہمی میں نمایاں کمی ہے۔

اگرچہ پیداوار دستیاب گنجائش سے کم رہی لیکن گذشتہ برس آنے والے سلاب کے اثرات کے بعد یوریا کے استعمال میں بحالی شروع ہو گئی ہے اور توقع ہے کہ آئندہ موسم خریف میں اس کی طلب میں تیزی آئے گی۔ تخمینوں سے نشاندہی ہوتی ہے کہ موسم خریف میں 3.0 تا 3.1 ملین ٹن یوریا استعمال ہو سکتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کھاد کی صنعت کو گیس کی فراہمی میں الیس این جی پی ایل نیٹ ورک سے 20 فیصد اور ماری گیس نیٹ ورک سے 12 فیصد کمی کی گئی تو ملک کو 200 تا 300 ہزار ٹن یوریا کھاد درآمد کرنے کی ضرورت پڑے گی۔

مئی 2011ء میں اقتصادی رابطہ کمیٹی کے ایک فیصلے کے تحت کھاد کمپنیوں کو الیس این جی پی ایل نیٹ ورک سے تقریباً 40 ایم ایم سی ایف ڈی (اس میں گیس کی فراہمی میں 20 فیصد کمی کو برقرار رکھا گیا) حاصل کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس کے بدلے چارنجی بجلی سازوں کو اپنے پائپس ڈیزل پر چلانے ہوں گے۔ کھاد کمپنیوں نے ڈیزل گیس کے فرق کی دو تہائی لاگت کو برداشت کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی ہے۔ یہ اتفاق رائے اس مالی سال کے آخر تک کے لیے ہے اور اس پر ابھی تک عملدرآمد نہیں ہو سکا۔

اس عارضی بندوبست کے متعلق خدشات خاصے درست ہیں کیونکہ 200 تا 300 ہزار ٹن یوریا کی متوقع درآمد سے ملک کو 90 تا 150 ملین ڈالر کا اضافی درآمدی بلی برداشت کرنا پڑے گا، جس کا دارومدار یوریا کے عالمی نرخوں پر ہے۔ اگر حکومت نے درآمدہ یوریا پر زرعات دینے کا فیصلہ کیا تو 7 تا 8 ارب روپے کی مالیاتی گنجائش کم ہو جائے گی۔ فی الوقت مقامی یوریا عالمی نرخوں کے مقابلے میں 40 فیصد رعایتی قیمت پر فروخت کیا جاتا ہے۔

اگر گیس کی کمی موجودہ سطح سے تجاوز کر گئی تو امکان ہے کہ کھاد کمپنیاں یوریا کی قیمتوں میں اضافہ کر دیں گی۔ تاہم کھاد کی بروقت فراہمی ہونا چاہیے تاکہ کاشت کار اجناس میں اپنی ابتدائی سرمایہ کاری میں کمی کو پورا کر سکیں۔

21 کھاد کے شعبے کے ماہر سید عزیز علی کا تحریر کردہ۔

22 کھاد کی صنعت قدرتی گیس کو خام مال کے طور پر استعمال کرتی ہے۔

23 حکومت درآمد شدہ یوریا پر زرعات فراہم کرتی ہے چونکہ مقامی تیار کردہ یوریا بھی رعایتی نرخوں پر فروخت کیا جاتا ہے۔

II۔ ڈی اے پی: موسم گرما میں قیمتیں مستحکم رہیں گی اور ربیع کے موسم میں استعمال بڑھے گا

موسم ربیع (اکتوبر تا مارچ) میں ڈائی امونیم فاسفیٹ (ڈی اے پی) کا استعمال 802 ہزار ٹن کی سطح پر منجمد رہا جو گذشتہ برس کے موسم ربیع میں 800 ہزار ٹن تھا۔ عالمی قیمتوں میں غیر متوقع کمی کے باعث امید ہے کہ آئندہ موسم خریف (اپریل تا ستمبر) میں ڈی اے پی کے استعمال میں بہتری آئے گی۔

یورپ کی طرح ڈی اے پی کے استعمال کا انحصار بھی نرخوں پر ہوتا ہے کیونکہ کاشت کار یورپ یا کو ضرورت سمجھتے ہیں اور ڈی اے پی کو کم اہمیت دی جاتی ہے۔ ڈی اے پی کے استعمال میں اس کی تغیر پذیر قیمتوں کے باعث خاصا اتار چڑھاؤ دیکھنے میں آیا ہے۔

ڈی اے پی کی مقامی قیمتیں عالمی نرخوں سے ہم آہنگ ہوتی ہے اور ان میں خاصی تغیر پذیری پائی جاتی ہے۔ مستقبل میں ڈی اے پی کی قیمتیں مستحکم رہنے کا امکان ہے کیونکہ چین موسم گرما میں ڈی اے پی درآمد کرنے کی اجازت دے سکتا ہے اور توقع ہے کہ سال کے آخر تک سعودی عرب میں ڈی اے پی کا ایک بڑا کارخانہ کام شروع کر دے گا۔

ضمیمہ 5: تعمیرات²⁴

مالی سال 10ء میں 28.4 فیصد (مالی سال 61ء کے بعد سے بلند ترین سطح) کی مضبوط نمو کے بعد توقع ہے کہ مالی سال 11ء میں تعمیرات کی نمو سست رفتاری کا شکار ہو کر 0.8 فیصد ہو جائے گی۔ اس میں کمی کا اہم سبب تعمیرات کی لاگت میں تیزی سے اضافہ ہے۔ مئی 2010ء میں حکومت کی جانب سے کم از کم اجرت میں اضافہ مالی سال 11ء میں تعمیرات کی لاگت بڑھنے کا ایک اہم سبب ہے۔ تعمیرات کی صنعت نہ صرف مرکز بہ محنت صنعت ہے بلکہ اس سے منسلک اینٹوں، ٹائل وغیرہ میں بھی ہاتھ سے کافی کام کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سیمنٹ کی قیمتیں جو بلند اجرتوں سے بڑی حد تک متاثر نہیں ہوئیں، وہ مالی سال 11ء کی دوسری سہ ماہی سے کونکے کے عالمی نرخوں میں اضافے کے باعث تیزی سے بڑھی ہیں۔

لاگت میں اضافے کے باعث تمام سرکاری و نجی منصوبوں میں آنے والی لاگت پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس کی گئی۔ چونکہ مالیاتی گنجائش پہلے ہی کم (سرکاری ترقیاتی اخراجات میں کٹوتی کی گئی) تھی اس لیے متعدد مجوزہ منصوبوں اور جاری سرکاری منصوبوں پر کام روک دیا گیا تھا۔ نجی شعبے میں اس کا نتیجہ بلڈرز اور ٹھیکیداروں کو ادائیگیوں کی تاخیر میں صورت میں برآمد ہوا جس کی وجہ سے بعض مقامات پر تعمیراتی کام کو منجمد کر دیا گیا کیونکہ بیشتر بلڈرز کی جاری لاگت کا انحصار بروقت ادائیگیوں پر ہوتا ہے۔

مزید بہتر مالی وساطت سے خریداروں اور بلڈرز دونوں کو نقد رقم کا بہاؤ قابو میں رکھنے میں مدد مل سکتی تھی اور اس سے تعمیرات کے شعبے کی نمو کو پائیدار سطح پر رکھنا ممکن تھا۔ اگرچہ مالی سال 11ء کے دوران حقیقی (گرانی سے مطابقت کردہ) مکاناتی قرضوں کی تقسیم کچھ زیادہ رہی لیکن اس سے تعمیراتی سرگرمیوں کو زیادہ تر حرکت نہیں مل سکا کیونکہ مالی رسائی محدود ہے۔ مزید برآں کمرشل بینکوں کے پاس رہائشی تعمیرات کرنے والے بلڈرز کو قرضے دینے کے لیے مصنوعات موجود نہیں ہیں: یہ پاکستان میں رہائشی تعمیرات کے کاروباری ماڈل کی سب سے عام قسم ہے۔ مذکورہ مسائل کا ادراک کرتے ہوئے اسٹیٹ بینک بڑے پیمانے کی ترقیاتی مالیات کی مصنوعات کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ پاکستان مورگج ری فنانس کمپنی (پی ایم آری) کے قیام کی کوشش بھی کر رہا ہے۔ مذکورہ دونوں اقدامات مالی سال 12ء میں متعارف کرائے جائیں گے۔

بعض مالیاتی اقدامات سے بھی آئندہ مہینوں میں تعمیرات کی صنعت کو فائدہ پہنچنے کی توقع ہے۔ مثلاً: (1) آئندہ بجٹ میں سیمنٹ پرائیوٹ ای ڈی کو 700 روپے فی میٹرک ٹن سے کم کر کے 500 روپے فی میٹرک ٹن کرنے کی تجویز دی گئی ہے اور مالی سال 12ء کے بجٹ میں اسپیشل ایکسائز ڈیوٹی کو واپس لے لیا گیا ہے۔ ان اقدامات سے توقع ہے کہ سیمنٹ کی قیمت میں تقریباً 4 فیصد تک کمی آئے گی (2) مالی سال 11ء کی چوتھی سہ ماہی میں متعدد ڈیموں بشمول میرانی ڈیم، جہان بانڈرو پاورری ہیلی ٹیشن پروجیکٹ، دیامر بھاشا ڈیم اور 12 چھوٹے ڈیموں پر تعمیراتی کام شروع ہونے کی توقع ہے جن کے لیے رقوم حکومت پاکستان اور چین کا ایگزیم بینک مشترکہ طور پر فراہم کریں گے (3) سمعی شواہد سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں ووکیشنل ٹریننگ سینٹرز، اسکولوں، اسپتالوں، کلبینکس، پانی کے ٹینکوں اور سڑکوں کی تعمیر سمیت وزیراعظم کی جانب سے ملک بھر میں دس لاکھ مکانات تعمیر کرنے کی اسکیم پر عملدرآمد میں تیزی آرہی ہے۔

آخر میں اگرچہ تعمیرات میں مالی سال 11ء کی چوتھی سہ ماہی کے دوران تیزی آئی ہے تاہم مستقبل قریب میں ریئل اسٹیٹ کی قیمتوں میں اضافے

²⁴ تعمیرات کے شعبے کی ماہر کمٹت رؤف کا تحریر کردہ۔

کا امکان نہیں کیونکہ (1) خریداری کی سرگرمیاں چھوٹے مکانات تک محدود ہیں (2) لوگ خطرہ مول لینے سے زیادہ گریز کر رہے ہیں، اس لیے مارکیٹ میں سٹے بازوں کی تعداد کم ہے (3) حکومت کی مکاناتی اسکیمیں زیادہ مقبول ہیں اور (4) تعمیرات کی بیشتر سرگرمی کم نرخوں کے مضافاتی علاقوں میں دیکھی جا رہی ہے²⁵ اس لیے مستقبل قریب میں رئیل اسٹیٹ کی قیمتیں مستحکم رہنے کی توقع ہے۔²⁶

²⁵ کم نرخوں والے مضافاتی علاقوں میں زمین پر جارحانہ قبضے کا عمل شروع ہو گیا ہے۔ مزید برآں شہروں کی گتجان آبادیوں میں کم گنجائش کے باعث حکومت نے اہم شہروں کے مضافاتی علاقوں میں غیر آباد زمین خریدنا شروع کر دی ہے۔ یوٹیلیٹی انفراسٹرکچر کے ساتھ ہی نجی بلڈرز بھی ایسے علاقوں میں زمین کی خریداری کے لیے میدان میں آ گئے ہیں۔

²⁶ دلچسپ امر یہ ہے کہ رئیل اسٹیٹ کی کم قیمتوں اور گزشتہ دو برسوں میں روپے کی قدر میں کمی نے ترسیلات کی بجائے والے کارکنوں خصوصاً مشرق وسطیٰ میں بسنے والوں کو متوجہ کیا ہے۔ تاہم مالی سال 11ء کی تیسری سہ ماہی کے دوران کرنسی کی قدر بڑھنے سے ایسی مؤثر آمدنی میں کمی آئی ہے۔